محمد عبداللہ قریشی

حضرت اسامہ بن زیدؓ

اسامہ کی کنیت ابومحمد اور لقب "حب رسول اللہ" یعنی محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کیے ہوئے غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کے بیٹے تھے۔ آں حضرتؐ کو نبوت عطا ہونے کے سات سال بعد آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور آپ نے حضورؐ ہی کے گھر میں پرورش پائی۔ آپ کی والدہ برکہ آں حضرتؐ کی کھلائی تھیں۔ اس لیے ماں کی طرف سے بھی رسول اللہؐ کی محبوبیت کا شرف ورثہ میں پایا تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہؓ سے بے حد محبت تھی۔ آپ ان کو گود میں لے کر اسی طرح پیار کرتے جس طرح اپنے نواسوں حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ کو کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپؐ نے امام حسنؓ کے ساتھ اسامہؓ کو اپنے زانو پر بٹھا کر فرمایا: "یا الٰہی! مجھے ان سے محبت ہے۔ تو بھی ان سے محبت رکھ۔"

حضرت اسامہؓ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ایک مرتبہ دروازے میں سے گزرتے ہوئے گر پڑے۔ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: "جلدی سے اٹھ کر بچے کو اٹھانا۔ کہیں چوٹ نہ لگ گئی ہو۔" حضرت عائشہؓ اٹھ ہی رہی تھیں کہ حضورؐ خود نہایت تیزی سے دوڑے اور مٹی سے لت پت بچے کو گود میں لے کر پیار کیا۔ گرنے سے پیشانی پر زخم آگیا تھا۔ اس کا خون صاف کیا اور اس پر لعاب دہن لگا دیا۔

حضرت اسامہؓ نے ہوش کی آنکھ کھولتے ہی اسلام کا روشن اور دل آویز چہرہ دیکھا۔ اس لیے ان کی زندگی کفر اور شرک کی آلودگیوں سے پاک رہی۔ ہجرت کا شرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کے ساتھ حاصل کیا۔

حضرت اسامہؓ بچپن میں بہت خوبصورت اور پیارے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے وفور محبت سے مسکرا کر حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ "عائشہؓ! اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو ہم اسے زیور پہناتے اور خوب بناؤ سنگھار کرتے تاکہ اس کا چرچا ہوتا۔ پھر جگہ جگہ سے اس کے رشتہ کے لیے پیغام آتے۔"

جوان ہوتے ہی اسامہؓ اپنے باپ کی مانند بہادر اور شجاع ثابت ہوئے۔ آپ چودہ پندرہ برس ہی

کی عمر سے اکثر غزوات وسرایا میں بڑے شوق سے شریک ہونے لگے۔

۷ھ یا ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ کی فطری استعداد اور صلاحیت کی وجہ سے اُسے لشکر کا سردار بنا کر حرقہ بھیجا مگر تجربہ نہ تھا۔ اس لیے کئی غلطیاں بھی ہوئیں۔ خود کہا کرتے تھے "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حرقہ بھیجا۔ صبح دشمنوں سے مقابلہ ہوا۔ دشمن شکست کھا کر بھاگے۔ میں نے اور ایک انصاری نے ایک شخص کا پیچھا کیا۔ جب وہ ہر طرف سے گھر گیا تو لا الہ الا اللہ پکار اٹھا۔ یہ کلمہ سنتے ہی انصاری نے ہاتھ روک لیا مگر میں نے نیزوں سے اس کا کام تمام کر دیا۔ واپسی کے بعد آنحضرتؐ کو واقعہ معلوم ہوا تو فرمایا: "اسامہؓ! تم نے ایک شخص کو کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا" میں نے عرض کیا کہ اس نے تو اپنے بچاؤ کے لیے ایسا کیا تھا۔ آپؐ نے یہ عذر قبول نہ کیا اور فرمایا: "تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا؟" مطلب یہ تھا کہ ظاہری اسلام کے لیے زبان کا اقرار کافی تھا۔ اس سے مجھے اتنی ندامت ہوئی کہ دل میں کہا۔ کاش! آج سے پہلے میں اسلام نہ لایا ہوتا۔"

فتح مکہ اسلام کی فتح کا آخری معرکہ تھا۔ اسامہؓ اس میں شریک تھے اور بیت اللہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ حضورؐ کے ساتھ ایک ہی اونٹ پر سوار تھے اور حضرت بلالؓ و عثمان بن طلحہؓ پیچھے پیچھے تھے۔ خانہ کعبہ کھلنے پر چاروں اندر داخل ہوئے۔ ان کے داخلے کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا۔

۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدی شاہ بصریٰ کے دربار سے سفارت کی خدمت انجام دے کر واپس آرہے تھے کہ موتہ کے مقام پر شرجیل بن عمرو غسانی نے ان کو شہید کر دیا۔ آں حضرتؐ نے اس سے اس کا بدلہ لینے کے لیے حضرت زید کی امارت میں ایک سریہ روانہ کیا۔ لیکن وہ بھی شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے بھی جام شہادت نوش کیا

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بزرگوں کی شہادت سے بڑا دکھ ہوا۔ چونکہ دشمنوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے اس لیے حضورؐ نے رومیوں اور عیسائیوں کی سرکشی روکنے کے لیے ایک زبردست فوج تیار کی جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت قتادہ بن نعمانؓ جیسے بڑے بڑے صحابی شریک تھے۔ اس فوج کا سردار آپ نے حضرت اسامہؓ کو مقرر فرمایا اور انھیں ضروری ہدایات دے کر علَم مرحمت فرمایا۔ اس میں ان کی دل جوئی بھی مدنظر تھی اور یہ خیال بھی تھا کہ والد (زیدؓ) کی شہادت کی وجہ سے انتقام کا جو جذبہ ان میں ہو سکتا ہے وہ کسی

دوسرے میں ممکن نہیں۔ بعض لوگوں کو یہ ناگوار بھی ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوعمر لڑکے کو مہاجرینِ اوّلین پر ترجیح دی ہے مگر حضور نے ان کی تسلّی کر دی۔

ابھی یہ لشکر مدینہ منورہ سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ نبی کریمؐ بیمار ہو گئے۔ آپ کو لوگوں کے اعتراض سے بہت تکلیف پہنچی۔ آپ بیماری کی حالت میں سر پر پٹی باندھے ہوئے نکلے اور منبر پر چڑھ کر ایک مختصر سی تقریر کی۔ فرمایا۔" اسامہ بن زیدؓ کو امیر بنانے میں بعض لوگوں نے جو نکتہ چینی کی ہے، اس کی اطلاع مجھے ملی ہے۔ اسامہ کی امارت پر اعتراض کوئی نیا واقعہ نہیں۔ اس کے باپ کی امارت پر بھی اسی قسم کے اعتراضات ہو چکے ہیں۔ خدا کی قسم وہ افسری کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا امارت کا سزاوار ہے۔ وہ مجھ کو بہت محبوب تھا اور یہ ہر حسنِ ظن کے لائق ہے۔ اس لیے تم اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آیا کرو۔ وہ تمہارے بہتر لوگوں میں سے ہے۔"

اس تقریر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ لشکر روانہ ہوا۔ مدینہ کے قریب جرف میں پہلی منزل ہوئی۔ لوگ مدینہ آتے جاتے رہے۔ اسامہؓ بھی کبھی کبھی آں حضرتؐ کی بیمار پرسی کے لیے آجاتے تھے۔ اتوار کے روز مرض بڑھ گیا۔ اسامہؓ نے آکر دیکھا تو آپ پر غفلت طاری تھی۔ اس حالت میں بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اسامہؓ پر رکھے۔ اسامہ یہ دیکھ کر واپس چلے گئے

دوسرے دن اسامہؓ پھر حاضرِ خدمت ہوئے۔ اس روز حالت کچھ اچھی تھی۔ آپؐ نے اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا۔ اسامہؓ نے کوچ کی تیاری کی۔ لیکن ابھی روانگی عمل میں نہیں آئی تھی کہ اسامہؓ کی ماں ام ایمنؓ کا پیغام پہنچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت ہے۔ فوراً مدینہ آؤ۔ چنانچہ اسامہؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ اسی وقت مدینہ پہنچے اور ان کی موجودگی میں رسول اکرمؐ اس دنیا سے چل بسے۔ اسامہؓ گھر کے افراد کی طرح تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور جسمِ مبارک کو قبر میں اتارنے کا شرف بھی حاصل کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پوری فوج جرف سے مدینہ منوّرہ واپس آگئی اور یہ مہم اس وقت عارضی طور پر رک گئی۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت سنبھالی تو آپؓ نے اس خیال سے کہ حضورؐ پُرنور آخری وقت تک برابر اسامہؓ کو روانگی کی تاکید فرماتے رہے تھے۔ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اسامہؓ کو اپنا فرض پورا کرنے کا حکم دیا۔ بریدہ بن حصیب علَم لے کر پھر جرف پہنچ گئے لیکن اس عرصہ میں حالات بدل گئے اور مدینہ چاروں

طرف سے خطروں میں گھر گیا۔ جگہ جگہ جھوٹے نبی پیدا ہوئے اور لوگ مرتد ہو کر دینِ اسلام سے پھرنے لگے۔
ارتداد کی اس آندھی نے سارے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔
ایسے نازک وقت میں مدینہ کی حفاظت کے لیے ایک زبردست فوج کی ضرورت تھی۔ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ
یہ لشکر مہم پر جائے۔ مگر حضرت صدیقِ اکبرؓ کا فیصلہ اٹل تھا۔ خود حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھے امن کی حالت میں لشکر کشی کا حکم دیا تھا۔ لیکن اب حالات بہت بگڑے ہوئے ہیں۔ آثار کچھ اچھے
نہیں۔ دشمنوں کی نظریں مدینہ پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر یہ فوج باہر چلی گئی تو اُن کو اپنے ارادوں میں کامیاب ہونے
موقع مل جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ چند روز انتظار کیا جائے اور حالات اچھے ہونے تک فوج کو روک دیا جائے
مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

"اس خدائے پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر مجھے یہ یقین بھی ہو جائے کہ ہماری حالت
اس لشکر کی روانگی کے بعد ایسی کمزور ہو جائے گی کہ جنگلوں کے درندے مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھس آئیں گے اور ہماری
تکا بوٹی کر کے ہمارے بال بچوں کو ہلاک کر دیں گے۔ تو بھی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل سے باز نہیں
آؤں گا۔ اگر تمام بستیوں میں ایک آدمی بھی باقی نہ رہے، تب بھی یہ لشکر ضرور روانہ کروں گا۔ کیونکہ دونوں جہان کے
آقا کی یہی خواہش تھی۔ ابوبکر ان کی مرضی کے خلاف کرے یہ ناممکن ہے۔"

جب لشکر کی روانگی کسی طرح نہ رکی، تو جن لوگوں نے آں حضرتؐ کی فرمائش سے اسامہؓ کی امارت قبول کر لی تھی
انھوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایک بار پھر مشورہ دیا کہ انصار کی تمنا ہے کہ آپؓ اسامہؓ کی بجائے کسی ایسے صحابی کو
لشکر کا سردار بنائیں جو تجربہ کار، معزز اور معمّر ہو۔ اسامہؓ کی عمر ابھی سترہ برس ہے۔ انھیں جنگ کا کوئی تجربہ
نہیں۔ اس پر حضرت صدیقِ اکبرؓ نے ناراض ہو کر فرمایا:

"خدا تمھیں ہلاک کرے۔ تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ میں حضور علیہ السلام کے مقرر کیے ہوئے شخص کو ہٹا کر
کسی اور کو مقرر کر دوں۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ رسول اللہؐ کا لفظ لفظ پورا کیا جائے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی
سب لوگوں کو جانا پڑے گا اور اسامہؓ کی ماتحتی میں جانا پڑے گا۔"

اس کے بعد حضرت صدیقِ اکبرؓ نے اسامہؓ کو رخصت کیا اور ان سے کہا کہ وہ حضرت عمرؓ کو مدینہ منوّرہ میں
چھوڑ جائیں تاکہ ان سے وقتاً فوقتاً مشورہ لیا جا سکے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔
جب لشکر کوچ کرنے لگا تو اسامہؓ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت صدیقِ اکبرؓ پیادہ ان کے ساتھ ساتھ

جنگ کے متعلق ہدایات دے رہے تھے۔ اسامہؓ نے عرض کیا۔ "یا خلیفہ رسول اللہ! آپ سوار ہو کر بیٹھیں ورنہ ہم سواریوں سے اُتر پڑیں گے"۔ آپ نے فرمایا۔ "نہ مجھ کو سوار ہونے کی ضرورت ہے نہ تم کو اترنے کی۔ میرے پیروں کو خدا کی راہ میں گرد آلود ہونے دو"

اس کے بعد آپ نے فوج کو مخاطب کر کے فرمایا :

"اے لوگو! دیکھو اور یاد رکھو کہ دھوکہ بازی اور فریب کاری سے بچنا۔ خواہ کچھ ہو جائے اور حالات کتنے ہی خطرناک کیوں نہ ہو جائیں، تم انصاف اور عدل کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ خیانت کے نزدیک نہ جانا۔ اپنے امیر کے حکم سے سرتابی نہ کرنا۔ کسی کے اعضا نہ کاٹنا۔ بوڑھے۔ بچے۔ عورتوں اور مریضوں کو قتل نہ کرنا۔ لوگوں کی کھیتی باڑی تباہ نہ کرنا۔ کھجور کے درخت نہ کاٹنا نہ ان کو جلانا۔ کوئی ایسا درخت برباد نہ کرنا جس سے انسان یا حیوان کو غذا ملتی ہو۔ اپنی ضرورت سے زیادہ بھیڑ۔ بکری، گائے، بیل اور اونٹ ذبح نہ کرنا۔ لوگ تمھارے سامنے قیمتی برتنوں میں پُر تکلف کھانے لائیں گے۔ اللہ کا نام لے کر انھیں کھانا۔ سر منڈے راہب اور پادری اگر تمھاری اطاعت قبول کر لیں تو انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔ اللہ کا نام لو اور اس نیک مقصد کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ تمھیں وبا، طاعون اور تلوار سے بچائے"

حضرت اسامہؓ کا یہ لشکر جس شان سے گیا تھا، شامیوں پر فتح حاصل کر کے اور اپنے والد زیدؓ کے قاتل کو تہ تیغ کر کے چالیس دن کے بعد اسی شان سے مدینہ منورہ واپس آیا۔ آگے آگے بریدہ بن حصیب پرچم اڑاتے چلے آ رہے تھے۔ پیچھے اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے۔ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ ان کو بڑی عزت سے شہر میں لائے۔ گھر گھر خوشی منائی گئی۔ اسامہؓ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی پہلے مسجد نبویؐ میں دو رکعت نماز ادا کی پھر گھر گئے۔

حضرت عمرؓ فاروقِ اعظم بھی اپنے زمانۂ خلافت میں اسامہؓ کا خاص خیال رکھتے تھے۔ وظیفے تقسیم کرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ کا ڈھائی ہزار مقرر کیا لیکن اسامہؓ کا تین ہزار مقرر فرمایا۔ جب عبداللہ نے اس کی شکایت کی اور کہا کہ میں تمام غزوات میں اسامہؓ کے دوش بدوش تھا۔ آپ بھی ان کے والد زیدؓ سے کبھی پیچھے نہ رہے۔ پھر یہ تفریق کیوں؟ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ "یہ صحیح ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تم سے اور ان کے باپ کو تمھارے باپ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اس لیے ان کا وظیفہ تم سے زیادہ مقرر کیا گیا ہے"۔

بات یہ تھی کہ اسامہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے لاڈلے اور پیارے تھے کہ جو بات حضرت عائشہؓ کہتے ہوئے جھجکتی تھیں یہ بلا جھجک کہہ دیتے تھے ۔ اس لیے جب کسی کو بڑی سفارش کی ضرورت پڑتی، وہ اسامہؓ ہی کو تلاش کرتے اور آپ کی وساطت سے اپنی درخواست حضورؐ تک پہنچاتے ۔ آں حضرتؐ کے پاس جو چیز اچھی اور بیش قیمت آتی وہ اسامہؓ کو عنایت فرماتے اور اپنے اہل وعیال اور اسامہؓ میں کوئی تفریق نہ کرتے ۔

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فتنہ و فساد شروع ہو گیا اس لیے اسامہؓ نے ملکی معاملات میں کوئی عملی حصہ نہ لیا ۔ البتہ ایک سچے خیر خواہ کی حیثیت سے حضرت عثمانؓ کو خفیہ خفیہ نیک مشورے دیتے رہے ۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب شورش اور زیادہ بڑھی تو اسامہؓ بالکل خاموش ہو گئے اور حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی لڑائیوں میں کوئی دخل نہ دیا ۔ حضرت اسامہؓ نے ۵۴ھ میں، کہ امیر معاویہ کا آخری زمانہ امارت تھا، مدینہ منورہ میں وفات پائی ۔ اس وقت آپ کی عمر ساٹھ برس کے قریب تھی ۔

حضرت اسامہؓ نے کئی شادیاں کیں ۔ پہلی شادی ۱۴ سال کی عمر میں خود آں حضرتؐ نے زینب بنت حنظلہ کے ساتھ کی ۔ مگر اسامہؓ نے اس کو طلاق دے دی ۔ دوسری شادی نعیم بن عبداللہ نحام نے آں حضرتؐ کے ایما سے اپنے یہاں کی ۔ اس بیوی کے بطن سے ابراہیم بن اسامہؓ پیدا ہوئے ۔ ان کے علاوہ مختلف وقتوں میں چند شادیاں اور بھی کیں ۔ اولاد بھی کثرت سے ہوئی ۔ دارالخلافہ سے تین ہزار وظیفہ ملتا تھا اور وادی القریٰ میں کچھ جائداد بھی تھی ۔

اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار اور معتمد تھے ۔ ان کی حیثیت اہل بیت میں گھر کے فرد کی سی تھی ۔ آپ سے کوئی بات چھپائی نہ جاتی تھی بلکہ اہم سے اہم اور نازک سے نازک خانگی معاملات میں ان سے مشورہ کیا جاتا تھا ۔ حضورؐ کی دیکھا دیکھی صحابۂ کرام بھی ان کی عزت کرتے تھے ۔

اس غیر معمولی محبت کی وجہ سے کچھ منافق اسامہؓ سے حسد بھی کرتے تھے جس سے آں حضرت کبیدہ خاطر ہوتے تھے ۔ اگرچہ رسول اللہؐ کی وفات کے وقت ان کی عمر سترہ یا اٹھارہ برس تھی اور بلوغ کے بعد صحبت نبویؐ سے فیض یاب ہونے کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا ۔ پھر بھی جو کچھ آپ نے حاصل کیا اس کو کم نہیں کہا جا سکتا ۔ اقوال نبیؐ کا خاصا ذخیرہ ان کے سینے میں محفوظ تھا ۔ اسی علم کے باعث آپ کا عمل دوسروں کے لیے نمونہ تھا ۔ گھر کے اندر اور باہر ۔ سفر و حضر اور بیماری و تندرستی میں رسول اللہؐ کی خدمت کا زیادہ موقع ملتا تھا ۔ وضو کے وقت پانی ڈالنے کی خدمت اکثر آپ ہی انجام دیتے تھے ۔

حضرت اسامہؓ سنت کی پابندی شدت سے کرتے تھے ۔ عمر کے آخری حصے میں بھی مسنون روزے برابر رکھتے تھے ۔ والدین کی خدمت اور خوشنودی کا بھی خاص خیال رکھتے تھے اور اس میں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے تھے ۔